جدید عربی ادب میں افسانہ نگاری کی نشوونما

(۳)

ڈاکٹر عبدالحق اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی جواہرلال نہرو یونیورسٹی ، نئی دہلی

"عودۃ الروح" توفیق الحکیم کا وہ ناول ہے جو مختلف زبانوں میں ترجمہ کی شکل میں منتقل ہوگیا ہے اور خراج عقیدت لے چکا ہے۔ "عودۃ الروح" میں توفیق الحکیم نے مصر کے سماجی، فکری اور سیاسی مسائل کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ۲۶ جولائی ۱۹۵۲ء میں جمال عبدالناصر کے انقلاب سے قبل مصر کے حالات سے واقفیت کے لئے یہ ناول کافی ہوسکتا ہے اور اس کے قاری کو یہ محسوس ہوگا کہ ناصر کے انقلاب کے لئے اس ناول نے مشعل راہ کا کام کیا ہے۔ توفیق الحکیم کی کہانیاں اگرچہ ڈرامے سے زیادہ مشابہ ہیں اور جن کی وجہ سے وہ ڈرامہ نگار کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں لیکن تاہم ان کی کہانیاں ناول کے میدان میں شامل ہیں۔ خاص کر ان کی کہانی "عودۃ الروح" اور "نائب فی الأریاف"۔

اخیر مرحلہ میں جو ادبار ناول نگاری میں زیادہ مشہور ہوئے اور زیادہ تعداد میں ناولیں لکھیں وہ نجیب محفوظ، یوسف السباعی اور احسان عبدالقدوس ہیں۔

---

[1] دیکھو عصری ادب کے شمارہ جولائی ۱۹۸۱ء میں میرا مضمون "مصر میں عربی ڈرامہ کی نشوونما"۔

نجیب محفوظ نے متعدد ناولیں لکھی ہیں۔ ان کی مشہور ناولوں میں ۱۔ خان الخلیلی ۲۔ القاہرۃ القدیمۃ ۳۔ زقاق المدق ۴۔ البدایہ والنہایہ ۵۔ بین القصرین ۶۔ قصر الشوق اور السکریہ شہرۂ آفاق کو پہونچ گئی ہیں۔ نجیب محفوظ کو عرب دنیا میں سماجی مضامین پر مشتمل ناولوں کا بانی مانا گیا ہے[۱]۔ نجیب محفوظ، یوسف السباعی اور احسان عبد القدوس کی اکثر و بیشتر ناولیں کامیاب فلموں میں منتقل ہو چکی ہیں۔

یہ تینوں ناول نگار عربی زبان میں افسانہ نگاری کے میدان میں عرب دنیا پر اس طرح چھا چکے ہیں کہ دوسرے ناول نگار جو عرب ملکوں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں ان کے سامنے اس طرح نظر آتے ہیں جیسے آفتاب و ماہتاب کے سامنے دیپ اور چراغ۔ محمد المویلحی اور محمد حسین ہیکل سماجی طویل کہانیوں کے مؤسس اول تھے تو محمد نجیب ان کہانیوں کا خالق ہے اور یوسف السباعی اور احسان عبد القدوس کے ساتھ ان کو پروان چڑھانے والے اور اوج کمال تک پہونچانے والے ہیں۔

نجیب محفوظ کے بارے میں ڈاکٹر لوقا نظمی کہتا ہے:

"اپنے تین ناولوں (بین القصرین، قصر الشوق، السکریہ) میں عرب دنیا میں عموماً اور مصر میں خصوصاً قدیم اور جدید زندگی کے درمیان کشمکش سے نئے مسائل اور مشاکل اور اس کے نتائج کی تصویر کشی میں مبدع صادق ہیں۔ وہ سماج سے زندگی کے فانی نمونوں میں نئی روح پھونک کر جاوید بنانے میں ماہر کامل ہیں[۲]۔"

---

[۱] دیکھو انیس المقدسی کی کتاب "الفنون الادبیۃ و اعلامہا فی النہضۃ العربیۃ الحدیثۃ" ص ۵۲ اور اس کے بعد۔

[۲] دیکھو مستشرق جاکر جومیہ کی کتاب "ثلاثیۃ نجیب محفوظ" ص ۲۵، ۱۲۱ اور ۱۲۲ (ترجمہ نظمی لوقا)

مختصر کہانیوں کے بارے میں

عربی میں اب تک ہزاروں اور لاکھوں متوجمہ اور پھر تخلیقی مختصر کہانیاں علاحدہ علاحدہ چھپنے کے بعد مجموعات کی شکلوں میں بھی منظر عام پر آچکی ہیں۔ تخلیقی مختصر کہانیوں کے میدان میں "منفلوطی" رائد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی مختصر کہانیاں "العبرات" اور "النظرات" نامی دو ضخیم مجموعوں میں مدون ہیں اور لوگ اب بھی پورے شوق اور شغف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ المنفلوطی کے بعد جنھوں نے مختصر کہانی کو عربی میں پروان چڑھایا ہے وہ محمد تیمور اور محمود تیمور ہیں۔

محمد تیمور کی مختصر کہانیاں ان کے مجموعہ "ماتراہ العیون" میں مدون ہوچکی ہیں۔ یہ کہانیاں مغربی کہانی کے قواعد اور عناصر پر قائم ہیں۔ محمد تیمور کو مغربی کہانیوں سے بے حد لگن تھی اور مشہور فرانسیسی افسانہ نگار "موپاسان" سے کافی متاثر تھا۔ ان کی کہانیوں کا المنفلوطی کی کہانیوں میں اثر بھی کافی حد تک پایا جاتا ہے۔ "موباسان" اور دوسرے نامور مغربی کہانی نگاروں کے اثرات محمد تیمور کی کہانیوں میں زندگی کے وقائع وحوادث، روزمرہ کی مشکلات اور سیدھے سادے لوگوں میں شکل میں کافی نمایاں ہیں۔ ان کی پہلی کہانی "فی القطار" "ریل گاڑی" جو ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئی تھی ان حقائق پر دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم محمد تیمور کی اس کہانی سے چند مکالمے پیش کرتے ہیں جن سے ہمارے دعوے کی تصدیق ہوگی۔

"...... ریل گاڑی میں سفر کر رہا تھا کہ ایک ترکی نسل کا آدمی ایک روزنامہ تھوڑی دیر پڑھ کر بند کردیتا ہے اور فرش پر پھینک دیتا ہے اور غصہ اور تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے۔

— تعلیم عام کرنا چاہتے ہیں۔ ناخواندگی مٹانا چاہتے ہیں تاکہ کسان اشراف کے برابر ہوجائیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ وہ اس طرح عظیم گناہ کے مرتکب ہورہے ہیں۔

۔ میں نے روزنامہ فرش پر سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

۔ کونسا گناہ ؟

۔ تم ابھی نوجوان ہو۔ تم کسان کی تربیت سے متعلق ابھی ناواقف ؟

۔ کیسی تربیت اور کیسی ناواقفیت ؟ کیا تعلیم سے بھی زیادہ کوئی تربیت ہوسکتی ہے۔

ڑکی غصے میں کہتا ہے۔

۔ اس کا صرف ایک علاج ہے۔

۔ وہ کیا ہے ؟

وہ چیختے ہوئے کہتا ہے۔

۔ کوڑا۔ کوڑا ہی ایسا علاج ہے جس پر گورنمنٹ کا کوئی خرچ نہیں ہوگا۔ لیکن تعلیم پر کروڑوں کا خرچہ آئے گا۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوڑا کے بغیر کسان سمجھنے کا نہیں کیونکہ وہ مہد سے لحد تک کوڑا ہی کا عادی ہے۔

اس کہانی میں محمد تیمور نے ترکی نسل سرپنچ، مدرس، طالب علم اور ماڈرن آدمی جیسی شخصیات کو رکھا ہے۔ اور وقت حاضر کے اہم مسئلہ پر گفتگو کی ہے کہ کسان کی زندگی میں سدھار تعلیم کو عام کرکے ہی لایا جاتا ہے۔ عام تعلیم پر کہانی اس بات کی دلیل ہے کہ افسانہ نگار عام لوگوں میں کافی دلچسپی رکھتا ہے۔

اس کہانی میں افسانہ نگار نے شروع ہی سے افسانہ نگاری کے فنی اصول و قواعد کا لحاظ رکھا ہے۔ کیونکہ وہ شروع ہی سے سماجی ظلم کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس سماجی ظلم پر گفتگو میں سماج کے مختلف رجحانات کے کردار کو شامل کیا ہے۔ ترکی نسل آدمی زمیندار ہے۔ سرپنچ جو حکام کے طفیلیوں کی جہالت، غفلت اور زیادتی کا نمایندہ ہے۔ شیخ ہے جو مذہبی تنگ نظری اور کاہلی کا نمایندہ ہے۔ ماڈرن آدمی

ہے جو عام لوگوں کی زندگی سے لاپرواہی کا نمائندہ ہے ۔ اور طالب علم ہے جو نئی نسل کی شجاعت اور فعالیت کا نمائندہ ہے اور جس سے مصر کی امیدیں وابستہ ہیں ۔

محمد تیمور کی مختصر کہانیاں اس قسم کی سماجی مشکلات پر مشتمل ہیں، چنانچہ اس کی کہانی (منزل رقم ۲۲) ایک شرابی اور بد اخلاق آدمی کی کہانی ہے ۔ جو خود تو اپنی من مانی تو کرتا ہے لیکن اپنی بیوی کے لئے یہ بھی روا نہیں کہ وہ گھر کی چہار دیواری سے باہر قدم رکھے ۔ اور بیوی کو گھر میں بند رکھ کر سوچتا ہے کہ اس کی عزت محفوظ ہوگئی ۔ لیکن اس کا ایک مخلص دوست اپنے کارنامے کے سلسلہ میں جب کسی عورت کے ساتھ اپنے ناجائز تعلقات کا ذکر کرتا ہے ۔ شرابی کو پتہ چلتا ہے کہ وہ عورت اس کی ہی بیوی ہے ۔ محمد تیمور کی کہانی "شفارة الیه" (بانسری) عید کے دن یتیم کی محرومی اور اس کے احساس کی تصویر کشی ہے ۔

محمود تیمور جو محمد تیمور کے چھوٹے بھائی ہیں ۔ اپنی ۸۰ سالہ زندگی مختصر کہانیاں، ناولیں، ڈرامے اور عالمی شہرت کے ادبار کی زندگی پر کتابیں لکھنے اور ان کو اپنے ہی اخراجات سے چھاپنے میں گذار دی ہے ۔ محمود تیمور عربی مختصر کہانی کے امام کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں ۔ یوسف نجم نے اپنی کتاب "القصۃ القصیرۃ فی الادب العربی" میں محمود تیمور کو "ابو القصۃ القصیرۃ" یعنی مختصر کہانی کا بابو مانا ہے ۔ ان کی مختصر کہانیاں کئی مجموعوں میں مدون ہوچکی ہیں ۔ ۱۔ الشیخ جمعہ ۲۔ فرعون الصغیر ۳۔ عم متولی ۴۔ عبیط ۔ ان کی کہانیوں کے مضامین سماجی اور اخلاقی امراض اور ان کی اصلاحیں ہیں ۔

مختصر کہانی کے میدان میں ڈاکٹر طہٰ حسین جنھیں عربی ادب کے ستون سے ملقب کیا گیا ہے اور اپنی کئی کتابوں "الادب الجاہلی" "ذکری ابی العلاء المعری" اور "مستقبل الثقافۃ فی مصر" کے ذریعہ عرب دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا اور تقلیدی عربی اور اسلامی تفکیر کی جڑوں کو ہلا دیا تھا ۔ اپنی نابینائی کے باوجود مصر میں فقر و فاقہ، بؤس وشقا اور غربت و محرومی کی تصویر کشی اپنی کہانیوں میں اس طرح کی ہے کہ اہل بینائی عش عش کرتے رہے ہیں ۔ ان

کی مختصر کہانیوں کا مجموعہ "المعذبون فی الارض" (روئے زمین پر عذاب جھیلنے والے) فن افسانہ نگاری کا (مضمون اور طرز نگارش دونوں اعتبار سے) ایک شاہکار ہے۔ طٰہٰ حسین اور محمود تیمور کی مختصر کہانیوں میں جو شے مشترک وہ ہے ان میں قومی رجحان پر انسانی رجحان کا غلبہ۔ اور جو امر مختلف ہے وہ ہے زبان۔ چنانچہ طٰہٰ حسین افسانہ نگاری اور دوسرے ادبی مضامین میں سلیس زبان استعمال تو کرتے ہیں لیکن ان کا طرز نگارش اتنا بلیغ اور اتنا بلند ہے کہ عوامی اسٹینڈرڈ سے بالاتر ہے۔ جبکہ محمود تیمور کی زبان ہلکی اور آسان اور عوامی اسٹینڈرڈ کے مطابق ہے۔ لیکن خواص کے ذوق اور اسٹنڈرڈ سے الگ تھلگ بھی نہیں۔

خاتمہ مجموعی طور سے اگر ہم جدید عربی ادب میں کہانی کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم پر یہ منکشف ہوتا ہے کہ مصر مختصر کہانی اور ناول کے میدان میں اونچا مقام رکھتا ہوا نظر آتا ہے۔ مصر نے افسانہ نگاروں اور ممتاز ناول نگاروں کو جنم دیا ہے۔ مصر میں افسانہ نگاری کے جدید اصول پر مبنی مختصر کہانیوں اور ناولوں کا انبار ہے جو مصر کی دیہی اور شہری زندگی کی پرانی اور نئی مشکلات کی عکاسی حیرت انگیز انداز سے کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر محمود تیمور، طٰہٰ حسین، محمود طاہر لاشین، سعید العریان اور عبد الحمید السحار کی مختصر کہانیاں اور توفیق الحکیم، نجیب محفوظ، یوسف السباعی اور احسان عبد القدوس کی ناولیں سماجی، نفسیاتی اور سیاسی مسائل پر مشتمل عرب دنیا ہی میں مقبول اور مشہور نہیں ہیں بلکہ عربوں کے حدود سے نکل کر مغرب کی مختلف زبانوں میں ترجمہ اور اقتباس کی شکل میں ظاہر ہو کر خراج عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔ مصر اور لبنان کے علاوہ جن عرب ملکوں میں ناول نگاری کے میدان میں کوشش کی گئی ہے وہ سیریا، فلسطین، عراق، جزائر اور تونس ہیں۔ لیکن ان کو ابھی اونچے مقام تک پہونچنے کے لیے طویل وقت درکار ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے عرب ملکوں کا ناول نگاری کے میدان میں پیچھے رہنے کا اہم سبب یہ ہے کہ ان ملکوں میں ناول نگار کو وہ سیاسی اور سماجی آزادی نہیں ہے جو سوسائٹی کے کھرے اور کھوٹے کو آزادی کے ساتھ پیش کرنے میں معاون ہوں۔

(ختم)